سید مرتضیٰ بلگرامی مؤلف تاج العروس

از پروفیسر خورشید احمد فاروق صاحب، دہلی یونیورسٹی۔ دہلی

ہندوستانی بالعموم اور عرب بالخصوص یہ سمجھتے ہیں کہ سید مرتضیٰ بلگرامی یمن کے خوش آیند شہر زبید میں پیدا ہوئے تھے، حال میں شام کے ایک صاحبِ قلم عالم علی طنطاوی کے مضامین کا مجموعہ نظر سے گزرا جس میں ایک مضمون بلگرامی پر بھی ہے، لکھتے ہیں کہ:

"بلگرامی یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی۔"

منجد کے قاموس اعلام میں بھی ان کے بارے میں "وُلد بالیمن" قلمبند ہوا ہے جن پڑھے لکھے لوگوں سے وقتاً فوقتاً تاج العروس کا ذکر آیا، ان کی باتوں سے بھی مترشح ہوا کہ وہ بلگرامی کو زبید کا باشندہ سمجھتے ہیں۔ بلگرامی ۱۱۴۵ھ میں اورنگ زیب کی وفات کے کوئی چالیس سال بعد شہر قنوج کے قریب واقع پرگنہ بلگرام کے خاندان سادات میں پیدا ہوئے تھے، اس خاندان کو بلگرام میں خاص وجاہت حاصل تھی، اس کے بہت سے باصلاحیت لوگ علمی افق پر چمکے تھے اور سرکاری مناصب پر بھی فائز ہوئے تھے۔ بلگرامی کا قد متوسط تھا جسم چھریرا، اعضا رمتناسب، رنگ گلابی، بات چیت کا انداز دلکش، ذہن رسا حافظہ بہت اچھا۔ اپنے وطن کے اساتذہ سے تعلیم پانے کے بعد انھوں نے دوسرے شہروں کے محدثین سے بھی استفادہ کیا جن میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ بھی شامل تھے، پھر علمی پیاس انھیں یمن لے گئی اور زبید یمن کے علمی حلقوں میں شرکت کر کے انھوں نے لغت، حدیث اور فقہ کی استعداد بڑھائی۔ اس وقت ان کی

عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ تھی، کئی برس تک زبید کے دل لگاؤ ماحول اور معتدل آب وہوا میں کسبِ علم کرنے کے بعد بلگرامی مکے چلے گئے اور وہاں کے محدثوں اور فقیہوں کے حلقوں میں شریک ہوئے، مکے کے ایک استاد نے انھیں مصر کے علمی افق پر چمکنے اور کسبِ معاش کے روشن امکانات سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیا۔ مصر میں ان کی قدر و منزلت ہوئی، قاہرہ کی ایک مسجد میں انھوں نے اپنا درسی حلقہ کھول لیا، اس حلقے میں وہ فیروزآبادی کی مشہور ڈکشنری "قاموس" کی شرح بیان کرتے تھے، شرح کے لیے انھیں لغت کی سیکڑوں کتابیں قاہرہ کے کتب خانوں میں مل جاتی تھیں، وہ ان کا مطالعہ کرکے قاموس کے الفاظ کی شرح انھیں کتابوں کے الفاظ میں لکھتے اور پھر اپنے حلقے میں آکر لغت اور ادب کے طالبوں کے سامنے سبقاً سبقاً بیان کر دیتے تھے، یہ سلسلہ چودہ سال سے زیادہ جاری رہا، اس اثنا میں ان کے بہت سے شاگرد ہو گئے جن میں حکمراں، زمیندار اور مالدار تاجروں کا تناسب خاصا تھا، ان کے تحفے تحائف اور مالی عطیات سے بلگرامی کی معقول آمدنی تھی، صورت شکل اچھی تھی، لباس عمدہ قسم کا پہنتے تھے۔ بات چیت کا انداز دلکش تھا، لغت اور ادب پر گہری نظر تھی، لگن، تحقیق اور کاوش سے شرح کے لیے مواد جمع کرتے تھے اور اسے سلجھے ہوئے دلنشیں انداز میں پیش کرتے تھے اس لیے بہت جلد مشہور ہو گئے اور چند ہی ماہ میں قاہرہ کے درباری اور خوشحال حلقوں میں ان کا چرچا ہونے لگا، بڑے لوگ اپنے لڑکوں اور اقربا کو ان کے درس میں لغت اور ادب کی تعلیم کے لیے بھیجنے لگے اور انھیں تحفے تحائف دیگر علم و فضل سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرنے لگے۔ چودہ سال بعد جب قاموس کی شرح مکمل ہوئی تو بلگرامی نے اس کا نام "تاج العروس" رکھا اور تکمیل کی خوشی میں بڑے پیمانے پر دعوت کی جس میں شاگردوں کے علاوہ شہر کے علماء، اعیان اور بڑے لوگوں کو مدعو کیا۔ اس دعوت کا مقصد علماء اور اکابر سے شخصی ربط اور تعارف پیدا کرنا تھا، دعوت کے موقع پر بلگرامی نے علماء اور اعیانِ شہر کے سامنے اپنی شرح کے مناقب بیان کیے اور اس کی امتیازی خوبیوں سے انھیں واقف کرایا ایسے خوبصورت

پُر وقار انداز میں اور علم وفضل کی ایسی گہرائیوں میں اتر کر کہ حاضرین پران کی لیاقت
علمی عظمت اور دلکش شخصیت کا سکہ بیٹھ گیا، اکابر و امراء کی مجلسوں میں ان کی مانگ ہوگئی،
بڑے لوگوں کی معرفت دور دور تک ان کی شہرت پہنچ گئی، ان کی تاج العروس کا ہر طرف شہرہ ہوگیا
مالداروں، علم دوست تاجروں اور حکمرانوں کی طرف سے تاج العروس کے نسخے طلب کیے جانے
لگے اور اس کے مطالعے کے بعد ان لوگوں کی طرف سے بلگرامی کو بڑے بڑے عطیات پیش
کیے جاتے تھے۔

لغت و ادب کے میدان میں اپنا سکہ جمانے اور اعیان و اکابر کو اپنی علمی عظمت کا معترف
بنانے کے بعد بلگرامی نے حدیث کی طرف توجہ کی، یہ وہ فن تھا جس سے عام لوگوں کو بڑی عقیدت
تھی اور بلگرامی عوام میں اپنی مقبولیت بڑھانا چاہتے تھے، قاہرہ کے کتب خانے کتابوں سے
بھرے ہوئے تھے اس لیے بلگرامی کو حدیث کی کتابوں کی واضح اور مبسوط شرح کرنے میں کوئی
دقت پیش نہیں آئی۔ ان کا حافظہ طاقت ور تھا اس لیے ہر حدیث کی اسناد انھوں نے حافظے
میں محفوظ کرلی، ہر غریب لفظ کا مفہوم و مدلول اچھی طرح ذہن نشین کرلیا۔ رواۃ حدیث (اسناد)
کے حالات یاد کرلیے مشکل اعلام کا صحیح تلفظ متعلقہ کتابوں سے دریافت کرلیا اور اپنے دلکش انداز
بیان اور علمی وقار کے ساتھ احادیث کی توضیح و تشریح کرنے لگے۔ اس میدان میں بھی انھیں
غیر معمولی کامیابی ہوئی عوام ان کے معتقد ہوگئے اور دل وجان سے ان کی عزت کرنے لگے، خواص
واکابر کی نظر میں ان کی قدر و منزلت پہلے سے زیادہ ہوگئی اور اب وہ خود تحفے تحائف اور
مالی عطیات لیکر ان کے گھر آنے لگے اور انھیں عالم کے ساتھ ایک مقدس شخصیت خیال کرنے
لگے۔ چند سال بعد بلگرامی نے لوگوں کے دلوں میں اپنی عظمت و عقیدت کا نقش گہرا کرنے
اور اپنے قدردانوں کا دائرہ وسیع تر کرنے کے لیے حدیث کے ساتھ گنڈے تعویذ اور
اَوراد و اذکار، نیز جھاڑ پھونک کا بھی اضافہ کردیا، مصر کے عوام اور بہت سے خواص جن میں
حکمراں طبقے، فوجی اکابر، زمینداروں اور مالدار تاجروں کا بڑا تناسب تھا، تعویذوں،

اوراد و اذکار اور جھاڑ پھونک پر گہرا عقیدہ رکھتے تھے اور ایسے لوگوں کو اپنا قبلہ و کعبہ بنالیتے تھے، جن کے تعویذوں کے بارے میں مشہور ہوجاتا کہ کبھی خطا نہیں کرتے، ان کی بتائی ہوئی دعائیں پوری ہوتی ہیں اور جھاڑ پھونک، بلاؤں اور مصیبتوں کو ٹال دیتی ہے۔

بلگرامی کے زمانے میں ترکی کی عثمانی خلافت پر انحطاط کے بادل چھائے ہوئے تھے اور اس کے اہم صوبوں، مصر، شام، لبنان، اور شمالی افریقہ میں سیاسی قسمت آزما اور فوجی سالار ذاتی حکومتیں قائم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، ان لوگوں میں بھی گنڈے تعویذوں اور دعاؤں کی بڑی مانگ تھی ان کا عقیدہ تھا کہ گنڈے تعویذ اور قرآن کی مخصوص آیتوں کا وِرد دشمنوں کو نیچا دکھانے میں مادّی طاقت سے زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ بلگرامی اِن لوگوں کے بھی قبلہ و کعبہ بن گئے۔ یہ لوگ خود بھی عقیدت سے معمور دل اور بڑے بڑے قیمتی تحفے لے کر ان کے گھر آتے اور تعویذ و اوراد لیتے اور ان کے نمائندے بھی شام، لبنان، فلسطین، تونس، الجیریا، مراکش، سوڈان اور دوسرے علاقوں سے عطیات و تحائف لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ یہ بلگرامی کے مادی عروج اور روحانی وجاہت کا زمانہ تھا جب ہزاروں، لاکھوں آدمیوں کو حرکت میں لانے کے لیے ان کا اشارہ کافی تھا۔ انھوں نے مہدی منتظر کا روپ بھرنے کا ارادہ کر لیا اور خفیہ طور پر مصر، شام اور لبنان وغیرہ کے عقیدت مند اور تعویذوں کے گاہک ترکی حکومت سے باغی فوجی سالاروں، غاصبوں اور قسمت آزماؤں کو ان کے تاثرات معلوم کرنے کے لیے مراسلوں اور سفیروں کے ذریعہ اپنے مہدی منتظر ہونے کی خبر دینے لگے۔ ان کی یہ خواہش پروان چڑھنے کے لیے ماحول تیار ہو رہا تھا کہ قاہرہ میں طاعون کی وبا پھیلی، بلگرامی اس کی لپیٹ میں آگئے۔ کوئی تعویذ گنڈا، وِرد و ذکر کام نہ آیا اور انسٹھ سال کی عمر میں اپنی آرزو دل میں لیے دُنیا سے رخصت ہوگئے۔

تاج العروس بلگرامی نے پچاس اور بقول بعض سو سے زیادہ مضمون، رسالے اور کتابیں لکھی تھیں، ان میں سے

صرف چار چھپی ہیں، تاج العروس، اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء العلوم غزالی، عقود الجواہر المنیفۃ فی أدلۃ مذہب الإمام أبی حنیفۃ اور بلغۃ الأریب فی مصطلح آثار الحبیب، باقی کتابیں حدیث، فقہ حنفی، لغت اور نحو سے متعلق ہیں، یہ سب روایتی موضوعات ہیں۔ جن پر بلگرامی سے پہلے سیکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی تھیں، انہی کی مدد سے انھوں نے یہ کتابیں مرتب کی تھیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ان کے اقتباسات ہی سے انھوں نے اپنی تالیفوں کا پیٹ بھرا ہے، اسی لیے انھیں طباعت کے لیے موزوں نہیں سمجھا گیا اور آج تک گمنامی کے گوشے میں پڑی ہوئی ہیں، ان کی چار مطبوعہ کتابوں میں تاج العروس سب سے اہم ہے، یہ فیروزآبادی متوفی ۸۱۷ھ کی قابلِ قدر ڈکشنری قاموس کی شرح ہے۔ بلگرامی سے پہلے بھی اس کی متعدد شرحیں لکھی جا چکی تھیں جن میں ان کے ایک استاد محمد بن طیب فاسی متوفی ۱۱۷۰ھ کی شرح سب سے بہتر تھی اور اسی کو سامنے رکھ کر اور مشعلِ راہ بنا کر بلگرامی نے اپنی شرح مرتب کی تھی۔ انھوں نے سو کے قریب ڈکشنریوں اور لغت و تاریخ کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے جن میں جوہری کی صحاح، ازہری کی تہذیب، ابن سیدہ کی محکم، محمد بن مکرم افریقی کی لسان العرب، صغانی لاہوری کی عباب اور تکملۃ علی صحاح الجوہری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ بلگرامی کی ساری شرح جیسا کہ مقدمے میں انھوں نے اعتراف کیا ہے دوسری کتابوں سے ماخوذ ہے، انھوں نے لغوی معاملات میں اپنی طرف سے کوئی تنقیدی یا اجتہادی رائے ظاہر نہیں کی ہے، حد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مقدمے تک میں بہت سے جملے جوں کے توں لسان العرب کے مقدمے سے لے لیے ہیں، لسان العرب کے مقدمے میں یہ عبارت ملتی ہے:

" فانتظم شمل تلک الأصول[1] فی ھذا المجموع وصار ھذا بمنزلۃ الأصل

[1] اصول سے لغت کی چار بنیادی کتابیں مراد ہیں جن پر مؤلف نے اپنی کتاب کی عمارت بلند کی ہے: صحاح جوہری، تہذیب ازہری، محکم ابن سیدہ اور ابن بری کے امالی۔

وأولئك بمنزلة الفروع، فجاء بحمد الله وفق البُغية وفوق المنية بديع الإتقان صحيح الأركان سليما من لفظ ولو كان حللتُ بوضعه ذروة الحفاظ وحللت بجمعه عقدة الألفاظ وأنا مع ذلك لا أدعي فيه دعوى فأقول شافهت أو سمعت أو فعلت أو صنعت أو شددت أو رحلت أو نقلت من العرب العرباء أو حملت..... وليس لي في هذا الكتاب فضيلة أمتّ بها ولا وسيلة أتمسك بسببها سوى أني جمعت فيه ما تفرق في تلك الكتب من العلوم وبسطت القول فيه ولم أشبع باليسير وطالب العلم منهوم، فمن وقف فيه على صواب أو زلل أو صحة أو خلل فعهدته على المصنف الأول وحمده وذمه لأصله الذي عليه المعول لأنني نقلت من كل أصل مضمونه ولم أبدل منه شيئاً فيقال فإنما إثمه على الذين يبدلونه بل أديت الأمانة في نقل الأصول بالفص[1]"

تقریباً یہ ساری عبارت بلا اعتراف مآخذ بلگرامی نے اپنے مقدمے میں داخل کر لی ہے تاج العروس کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے بہت سی عربی ڈکشنریوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیا ہے، اس کے سینے میں مفردات لغت سے متعلق بیشمار شرحی تفصیلات محفوظ ہیں جو عربی ڈکشنریوں میں مندرج ہیں، اس کی دوسری امتیازی فضیلت یہ ہے کہ قاموس کے مؤلف کے شرح کیے ہوئے الفاظ سے مشتق جو نام اور نسبتیں یا اعلام امکنہ چھوٹ گئے تھے بلگرامی نے ہر لفظ کی شرح کے آخر میں ومما یستدرك علیه کا باب باندھ کر ان کا صحیح تلفظ متعین کر دیا ہے۔ اسی طرح دوسرے یا تیسرے درجے کے محدثوں کے نام یا نسبتیں جو شرح کیے ہوئے لفظ سے مشتق ہیں اور جنھیں فیروزآبادی نے نظر انداز کر دیا تھا، بلگرامی نے مع سنہ وفات بیان کر دیئے ہیں۔ حدیث کے علاوہ دوسرے علوم کے فضلاء اور مصنفوں کے نام نہ فیروزآبادی

[1] لسان العرب (بیروت) ۱/۸

نے دیئے ہیں۔ بلگرامی نے مُنتق ابن حبیب کی تصحیح کے دوران مجھے اس کتاب میں ایسے بہت سے اجنبی اعلام اشخاص و امکنہ ملے جو کسی دوسرے قاموس میں دستیاب نہیں ہوئے، بلگرامی نے ان میں سے بیشتر کی باب استدراک میں تلفظ متعین کرکے وضاحت کردی ہے، اجنبی اور غریب الفاظ انھوں نے زیادہ تر صغانی کی عُباب اور تکملۃ علی الصحاح سے اخذ کیے ہیں اور یہ دونوں بلند پایہ کتابیں جیساکہ معلوم ہے مطبوعہ شکل میں دستیاب نہیں۔

ذیل میں ہم لسان العرب اور تاج العَروس میں کی ہوئی دو لفظوں کی شرح پیش کرتے ہیں تاکہ قاری کو ان عظیم ڈکشنریوں کے اُسلوب بیان اور دائرۂ تشریح کا اندازہ ہوسکے۔

لسان العرب[1] مادہ فَدَك:

فدّك القطن تفديكا وهي لغة أزدية وفدك وفدكى اسمان وفُديك اسم عربي وفدك موضع بالحجاز، قال زهير:

لئن حللت بجوفي بني أسد ؛ في دين عمرو وحالت بيننا فدك

الازهري: فدك قرية بخيبر وقيل بناحية الحجاز فيها عين ونخل أفاءه الله على نبيه وكان علىّ والعباس عليهما السلام يتنازعانها وسلمها عمر[رض] إليهما فذكر علىٌّ أن النبي كان جعلها في حياته لفاطمة وولدها وأبى العباس ذلك. وأبو فديك رجل والفديكات قوم من الخوارج نسبوا إلى أبي فُديك الخارجي۔

تاج العَروس[2]:

(فَدَك محركة بلدة بخيبر[3]) فيها نخل وعين أفاء الله على نبيه وكان

---

[1] ۱۰/ ۴۷۳ . [2] پہلا مصری ایڈیشن ۷/ ۱۶۶ ۔ [3] بریکٹ میں قاموس کا متن ہے جس کی بلگرامی شرح کرتے ہیں۔

علیؓ والعباس يتنازعانها وسلّمها عمرؓ اليهما فذكر عليؓ أن النبیؐ كان جعلها فی حياته لفاطمة وولدها وأبى العباس ذلك قال زهير بن أبي سُلمی:

لئن حللت بجو فی بنی أسد ... فی دين عمرو وحالت بيننا فدك

وقال سُوَيد بن الصامت الحارثی:
كأنه إذ غادفينا أو زحلت ... حمی قطيف الخطّ أو حمی فدك

رو فدكی بن أعبد) كعرلی (أبو تميا أم عمرو بن الأهتم) وأمها بنت علقمه من زُرارة، قال عمرو بن الأهتم:

نمتنی عروق من زُرارة للعلا ... ومن فدكی والأشد عروق

رو فُديك كزبير ع) كما فی العُباب وفی اللسان وفديك اسم عربی او الفُديكات قوم من الخوارج نسبوا إلى أبي فديك الخارجی) كما فی اللسان والعُباب ر وتفديك القطن نفشه) قال الجوهری: لغة أزدية وسما يستدرك عليه أبو اسماعيل محمد بن سلم بن أبی فديك وأسم أبی فُديك دينار من ثقات أصحاب الحديث، نقله الصغانی، قلت: وهو مدنی مشهور وقد تكلم فيه ابن سعد، وفُديك أبو بشير الزبيدی له صحبة حجازی، روی عنه حفيده، وفُديك بن عمرو أبو حبيب لهما صحبة.

لسان العرب مادة خبر ۲

الخبير من أسماء الله عزّ وجل العالم بما كان وما يكون، وخَبُرتُ بالأمر علمته وخبرت الأمر أخبُره إذا عرفته على حقيقته وقوله تعالى: فاسأل به خبيراً أی اسئل عنه خبيراً يخبُر. والخَبَر بالتحريك واحد الأخبار والخبر ما اتاك من نبأ عمن تستخبر ابن سيده الخبر النبأ والجمع

ـــــــــــــ
۱ھ ع ر علم. ۲ھ ۲۲۶/۴ - ۲۲۹ -

أخبار وأخابير جمع الجمع، فأما قوله تعالى: يومئذ تحدث أخبارها فمعناه يوم تزلزل تخبر بما عمل عليها وخبّره بكذا وأخبره نبّأه واستخبره سأله عن الخبر وطلب أن يخبره، ويقال: تخبرتُ الخبرَ واستخبرته و مثله تضعفت الرجل واستضعفته، وتخبرت الجواب واستخبرته، والاستخبار والتخبر السوال عن الخبر، وفي الحديث الحُدَيبية: إنه بعث عينا من خُزاعة يتخبر له خبر أنشد ثعلب:

وشفاء عيّك خابراً أن تسألي،

فسره فقال: معناه ما تجدين في نفسك من العِيّ أن تستخبري، ورجل مخبراني: ذو مخبر كما قالوا المنظراني ذو منظر، والخَبْر والخِبر والمزادة العظيمة والجمع خُبور وهي الخبراء أيضا، عن كراع، ويقال الخِبر إلا أنه بالفتح أجود وقال الهيثم: الخَبْر بالفتح المزادة وأنكر فيها الكسر، ومنه قيل: ناقة خَبْرٌ إذا كانت غزيرة والخَبر والخِبرُ الناقة الغزيرة اللبني شُبّهت بالمزادة في غزرها، والجمع كالجمع وقد خَبرت خبوراً عن اللحياني والخَبراءُ المجرتية بالغزر، والخِبرة القاع يُنبت السِدر، وجمعه خُبرٌ وهي الخبراء أيضا والجمع خبراواتٌ وخَبارٌ، قال سيبويه: وخَبارٌ كسروها تكسير الأسماء وسلّموها على ذلك وإن كانت في الأصل صفة لأنها قد جرت مجرى الأسماء، والخَبراء منقع الماء وخصّ بعضهم به منقع الماء في أصول السدر وقيل: الخبراء القاع ينبت السدر والجمع الخباري والخباري مثل الصحاري والصحارِي والخبراوات يقال: خبِر الموضع بالكسر فهو خَبِرٌ وارض خبِرة والخَبْر شجر السدر والأراك وما حولهما من العُشب واحدته خَبرة وخَبراء الخِبرة شجرها وقيل: الخبر منبت السدر في القيعان والخبراء

قاع مستدير يجتمع فيه الماء وجمعه خباري وخبارى وفي ترجمة لقح النقائع خبارى في بلاد تميم. الليث: الخبراءُ شجراءُ في بطن روضة يبقى فيها الماء إلى القيظ وفيها ينبت الخَبْر وهو شجر السدر والأراك وحواليها عُشب كثير وتسمى الخَبِرة والجمع الخَبِرُ وخَبْرَة الخَبِرة شَجرها، قال الشاعر:

فجادتك أنواء الربيع وهلّلت ؛ عليك رياض من سلام ومن خَبْر

والخَبْر من مواقع الماء ما خبر المسيل في الرؤوس فتخوض فيه وفي الحديث: فدفعنا في خَبار من الأرض أي سهلة لينة، والخَبار عن الأرض مالان واسترخى وكانت فيه حِجَرة، والخبار الجراثيم وحِجرة الجُرذان واحدته خَبارة، وفي المثل: من تجنب الخَبار أمن العِثار، والخبار أرض رخوة تتعتع فيه الدواب وأنشد:

تتعتع في الخَبار إذا علاه ويعثر في الطريق المستقيم

ابن الأعرابي: والخَبار ما استرخى من الأرض وتحفّر وقال غيره وهو ما تهوّر وساخت فيه القوائم وخبِرت الأرض خَبَراً كثر خبارها الخِبْر أن تزرع على النصف أو الثلث من هذا وهي المخابرة واشتقت من خيبر لأنها أول ما أقطعت كذلك. والمخابرة المزارعة ببعض ما يخرج من الأرض وهو الخِبْر أيضا بالكسر، وفي الحديث كنا نخابر ولا نرى بذلك بأساً حتى أخبر رافع أن رسول الله نهى عنها وفي الحديث أنه نهى عن المخابرة، قيل هي المزارعة على نصيب معين كالثلث والربع وغيرها وقيل هو من الخَبار الأرض اللينة وقيل أصل المخابرة من خيبر لأن النبي أقرها في أيدي أهلها على النصف من

فصولها فقيل خابرهم أى علمهم (وقال اللحيانى هى المزارعة فعم بها) نخيبر
والمُخابرة ايضا المؤاكرة والخبير الأكّاد قال:

تُجزّ رؤوس الأوس من كل جانب ❊ كجز عقاقيل الكروم خبيرُها

رفع خبيرها على تكرير الفعل أراد جزّه خبيرها أى أكّادها والخَبْرُ
الزرع. والخبيرُ النبات وفى حديث طهفة: نستخلب الخبير أى نقطع
النبات والعُشب ونأكله شبّه بخبير الإبل وهو وَبرها لأنه ينبت
كما ينبت الوَبر واستخلابه احتشاشه بالمِخلب وهو المنجل
والخبيرُ يقع على الوَبَر والزرع والأكار والخبير الوبر، قال أبو النجم
يصف حمير وحش:

حتى إذا ما طار من خبيرها. والخبير نسالة الشعر والخبيرة
الطائفة منه. قال المنتخل الهُذَلى،

فآبوا بالرماح وهن عُوج ❊ بهنّ خبائر الشَّعر السقاط، والمخبور
الطّيّب الأدام والخبير الزَّبَد وقيل زَبَد أفواه الإبل، وأنشد الهُذَلى:

تَغذّ من فى جانبيه الخبير ❊ لَمّا هَوى وهى مُزنه واستُبيحا

تغذّ من لينى الفحول أى مضغن الزّبد وعَمَينه. والخُبر والخُبرة
اللحم يشتريه الرجل لأهله يقال للرجل: ما اختبرت لأهلك؟ والخُبْرة
الشاة يشتريها القوم بأثمان مختلفة ثم يقتسمونها فيُسهمون كل
واحد منهم على قدر ما نقد، وتخبّروا خبرة اشتروا شاة فذبحوها
واقتسموها، وشاة خبيرة مقتسمة قال ابن سِيده: أراه على طرح
الزائد، والخُبرة بالضم النصيب تأخذه من لحم او سمك وأنشد:

بات الربيعىّ والخاميز خُبرته ❊ وطاح طىّ بنى عمرو بن يَربوع

وفي حديث أبي هريرة: حين لا آكل الخبير قال ابن الأثير: هكذا جاء في رواية أي المأدوم، والخبير والخبرة الأدام، وقيل هو الطعام من اللحم وغيره ويقال: أخبر طعامك أي دسمه وأتانا بخبرة ولم يأتنا بخبرة، وجمل مختبر كثير اللحم والخبرة الطعام وما قدم من شيء وحكى اللحياني أنه سمع العرب تقول: اجتمعوا على خبرته يعنون ذلك والخبرة الثريدة الضخمة، وخبر الطعام يخبره خبراً دسمه والخابور نبت أو شجر قال:

أيا شجر الخابور مالك مورقا ؛ كأنك لم تجزع على ابن طريف

والخابور نهر أو واد بالجزيرة وقيل موضع بناحية الشام، وخيبر موضع بالحجاز قرية معروفة ويقال: عليه الدبرى وحمى خيبرى.

تاج العروس[1]:

(الخبر محركة النبأ) هكذا في المحكم، وفي التهذيب الخبر ما أتاك من نبأ عمن تستخبر، قال شيخنا ظاهره بل صريحه أنهما مترادفان وقد سبق الفرق بينهما وأن النبأ خبر مقيد بكونه عن أمر عظيم كما قيد به الراغب وغيره من أئمة الاشتقاق والنظر في أصول العربية ثم إن أعلام اللغة والاصطلاح قالوا: الخبر عرفا ولغة ما ينقل عن الغير وزاد فيه أهل العربية: واحتمل الصدق والكذب لذاته والمحدثون استعملوه بمعنى الحديث أو الحديث عن النبي والخبر ما عن غيره وقال جماعة من أهل الاصطلاح: الخبر أعم والأثر هو الذي يعبر به عن غير الحديث كما للفقهاء خراسان وقد مر إيماء إليه في أثر وبسطه في علوم

---

[1] ١٦٦/٣-

اصطلاح الحدیث (ج اخبار) و (جج) أی الجمع (اخابیر) یقال (رجل خابر وخبیر) عالم بالخبر والخبیر المخبر (و) قال ابو حنیفة فی وصف شجر أخبرنی بذلک الخبر فجاء (ککتف) قال ابن سیدہ: وهذا لا یکاد یعرف الا ان یکون علی النسب (و) یقال رجل خَبَر مثل (حجر) ای (عالم بہ) ای بالخبر علی المبالغة کزید عدل (واخبرہ خُبورہ) بالضم أی (أنباہ بما عندہ والخِبر والخِبرة بکسرهما ویضمان والمخبرة) بفتح المراحدة (والمُخبرة) بضمها (العلم بالشئ) تقول لی بہ خبر وخِبرة (کالاختبار والتخبر) وقد اختبرہ و تخبّرہ یقال من أین خبرت بهذا الأمر أی من أین علمت ویقال: صدق الخَبَر الخُبر وقال بعضهم الخُبر بالضم العلم الباطن الخفی لاحتیاج العلم بہ للاختبار والخبرة العلم بالظاہر والباطن وقیل بالخفایا الباطنة ویلزمها معرفة الأمور الظاهرة (وقد خبُر) الرجل (ککرم) خُبوراً فهو خبیر (والخَبْر) بفتح فسکون (المزادة العظیمة کالخبراء) ممدود والأخیر عن کراع (و) من المجاز الخبر (الناقة الغزیرة اللبن) شبهت بالمزادة العظیمة فی غزرها وقد خبرت خبوراً عن اللحیانی (ویکسر فیهما) وأنکر ابو الهیثم الکسر فی المزادة وقال غیرہ الفتح أجود (ج) أی جمعها (خبور و) الخبر (ة[1] بشیراز) بها قبر سعید أخی الحسن البصری (منها) أبو عبد اللہ (الفضل بن حماد) الخبری الحافظ (صاحب المسند) وکان یُعد من الأبدال، ثقة ثَبت یروی عن سعید بن عفیر (سعید بن ابی مریم) وعنہ ابو بکر بن عبدان الشیرازی وأبو بکر عبد اللہ بن أبی داؤد السجستانی وتوفی ۲۶۴ھ (و) الخبر (ة بالیمن) نقلہ الصغانی

---

[1] ة: بلدة۔

(و) الخبر (النزع و) الخبر (منقع الماء فی الجبل) وهو ما خبر المسيل فی الرؤوس فتخوض فيه والخبر (السدر) والأراك وما حولهما من العشب قال الشاعر:

فجادتك أنواء الربيع وهللت عليك رياض من سلام ومن خَبر

(كالخَبِر ككتف) عن الليث واحدتهما خبرة وخبِرة (والخبراء القاع تُنبته) أی السِدر (كالخَبِرة) بفتح فكسر وجمعه خبر. وقال الليث: الخبراء شجراء فی بطن روضة يبقی فيها الماء إلی القيظ وفيها ينبت الخبر وهو شجر السدر والأراك وحواليها عشب كثير وتسمی الخَبرة (ج الخباری) بفتح الراء (والخبارِی) بكسرها مثل الصحاری (والخبراوات والخبار) بالكسر وفی التهذيب فی نقع النقائع خباری فی بلاد تميم (و) الخبراء (منقع الماء) وخص بعضهم به منقع الماء (فی أصوله) أی السدر، وفی التهذيب الخبراء قاع مستدير يجتمع فيه الماء (والخَبار كسحاب مالان من الأرض واسترخی) وكانت فيها حجارة زاد ابن الأعرابی وتحفر وقال غيره هو ما تهور وساخت فيه القوائم وفی الحديث فدفعنا فی خبار من الأرض أی سهلة لينة، وقال بعضهم الخبار أرض رخوة تتعتع فيها الدواب وأنشد:

تتعتع فی الخبار إذا علاه ؛ وتعثر فی الطريق المستقيم

(و) الخبار (الجراثيم) جمع جُرثوم وهو التراب المجتمع بأصول الشجر (و) الخبار (جحرة الجرذان) واحدته خبارة (ومن تجنب الخبار أمن العثار) مثل ذكره الميدانی فی مجمعه والزمخشری فی المستقصی والأساس (وخبرت الأرض خبرا (كفرح كثر خبارها) وخبر الموضع كفرح فهو خبر كثر به وهو

السدر وأرض خبرة وهذا قد أغفله المصنف (و) فيفاء (وفيف الخبار ع بنواحي عقيق المدينة) كان عليه طريق رسول الله صلى الله عليه وسلم حين خرج يريد قريشا قبل وقعة بدر ثم انتهى عنه إلى يليل (و) المخابرة (المزارعة) خص بها اللحياني وقال غيره (على النصف ونحوه) أي الثلث وقال ابن الأثير المخابرة المزارعة على نصيب معين كالثلث والربع وغيرها وقال غيره هو المزارعة ببعض ما يخرج من الأرض (كالخبر بالكسر) وفي الحديث: كنا نخابر ولا نرى بذلك بأسا حتى أخبرنا رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عنها، قيل هو من خبرت الأرض خبرا كثر خبارها، وقيل أصل المخابرة من خيبر لأن النبي صلى الله عليه وسلم أقرها في أيدي أهلها على النصف من محصولها فقيل خابرهم أي عاملهم في خيبر (و) المخابرة أيضا (المؤاكرة والخبير الأكار) قال:

تجز رؤوس الأوس من كل جانب ❊ كجز عقاقيل الكروم خبيرها

رفع خبيرها على تكرير الفعل أراد جزه خبيرها أي أكارها (و) الخبير (العالم بالله تعالى) بمعرفة أسمائه وصفاته والمتمكن من الإخبار بما علمه والذي يخبر الشيء يعلمه (و) الخبير (الوبر) يطلع على الإبل واستعاره أبو النجم لحمير وحش فقال:

حتى إذا ما طار من خبيرها (و) من المجاز في حديث طهفة نستخلب الخبير أي نقطع (النبات والعشب) ونأكله شبه بخبير الإبل وهو وبرها لأنه ينبت كما ينبت الوبر واستخلابه احتشاشه بالمخلب وهو المنجل (و) الخبير (الزبد وقيل زبد أفواه الإبل) وأنشد الهذلي:

تغذمن في جانبيه الخبير لما وهى مزنه واستبيحا

تغذمن يعني الفحول أي مضغن الزبد وعممنه (و) الخبير

(ونسالة الشعر) قال المتنخل الهذلی :

فآبوا بالرماح وهن عوج بهن خيائر الشعر السقاط

(و) خبير (جد والد أحمد بن عمران) بن موسى بن خبير الغويديني (المحدث) النسفي عن محمد بن عبد الرحمن الشامي وغيره (و) الخبيرة (بالهاء) اسم الطائفة منه) أي من نسالة الشعر (و) الخبيرة (الشاة تشترى بين جماعة بأثمان مختلف (فتذبح) ثم يقسمونها فيُسهمون كل واحد على قدر ما نقد (كالخبرة بالضم وتخبروا) خبرة (فعلوا ذلك) أي اشتروا شاة فذبحوها واقتسموها وشاة خبيرة مقتسمة قال ابن سيده أُراه على طرح الزائد (و) الخبرة (الصوف الجيد من أول الجزء) نقله الصغاني (والمخبرة) بفتح الموحدة (المخرأة) موضع الخرأة نقله الصغاني (و) المخبرة (نقيض المرآة) وضبطه ابن سيده بضم الموحدة وفي الأساس ومن المجاز تخبر عن مجهولة مرآته (والخبرة بالضم الثريدة الضخمة) الدسمة (و) الخبرة (النصيب تأخذه من لحم أو سمك) وأنشد -

بات الربعي والخاميز خبوته ٭ وطاح طي من بني عمرو بن يربوع

(و) الخبرة (ما تشتريه لأهلك) وخصهم بعضهم باللحم (كالخبز) بغير هاء يقال للرجل ما اختبرت لأهلك (و) الخبرة (الطعام) من اللحم وغيره (و) قيل هو (اللحم) يشتريه لأهله (و) الخبرة (ما قُدم عن شئ) وحكى اللحياني أنه سمع العرب تقول اجتمعوا على خبرته يعنون ذلك (و) قيل الخبرة (طعام يحمله المسافر في سفرته) يتزود به (و) الخبرة (قصعة فيها خبز ولحم بين أربعة أو خمسة (و) الخابور (نبت) أو شجر له زهر زاهي المنظر أصفر جيد الرائحة تزين به الحدائق قال شيخنا ما إخاله

خالہ یوجد بالمشرق قال:

أیا شجر الخابور مالک مورقاً کأنک لم تجزع علی ابن طریف

(و) الخابور (نہر بین رأس عین والفرات) مشہور (و) الخابور نہر آخر شرقی دجلۃ الموصل) بینہ وبین الرقۃ علیہ قری کثیرۃ وبلیدات ومنہا ابو الریان شریح بن ریان بن شریح الخابوری کتب عنہ السمعانی (و) الخابور (واد) بالجزیرۃ وقیل بسنجار منہ یعیش بن ہشام القرقسانی الخابوری القصار روی عن مالک ومنہ عبید بن عمر والسرقی وقال الجوہری موضع بناحیۃ الشام وقیل بنواحی دیار بکر ما کما قالہ السید والسعد فی شرحی المفتاح والمطول کما نقلہ شیخنا ومرادہ فی شرح بیت التلخیص والمفتاح: ایا شجر الخابور مالک مورقا المتقدم ذکرہ (و) خابوراء (ع) ویضاف إلی عاشوراء وما معہ (و خیبر) کصیقل (حصن) ای معروف (قریب المدینۃ) المشرفۃ علی ثمانیۃ برد منہا إلی الشام سمی باسم رجل من العمالیق منزل بہا وہو خیبر بن قانیۃ بن عبیل وہو أخو عاد وقال قوم خیبر بلسان الیہود الحصن ولذا سمیت خیابر ایضا وخیبر معروف غزاہ النبی ولہ ذکر فی الصحیح وغیرہ وہو اسم للولایۃ بہ سبعۃ حصون حولہا مزارع ونخل وصادقت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ أکبر خربت خیبر، وہذہ الحصون السبعۃ اسماؤہا شق ووطیح ونطاۃ وحصوص وسلالم وکتیبۃ وناعم (و أحمد بن عبد القاہر) اللخمی الدمشقی یروی عن منبہ بن سلیمان، قلت وہو شیخ للطبرانی (ومحمد بن عبد العزیز) ولد منصور الاصبہانی سمع من ابی محمد بن فارس (الخیبریان کأنہما ولدا بہ) وإلا فلم یخرج منہ من یشار الیہ بالفضل

(وعلی بن محمد بن خیبر محدث) وهو شیخ لابی اسحاق المستملی (والخیبری) بفتح الراء وألف مقصورة ومثله فی التکملة وفی بعض النسخ بکسر ها ویاء النسبة (الحیة السوداء) یقال بلاه الله بالخیبری یعنون به تلک وکانه لملخرب صار ماوی الحیاة القاتلة۔

تاج العروس کے دسویں اور آخری حصے کے اختتام پر بلگرامی کے بارے میں ایک تعارفی نوٹ ہے، اس میں ایسی تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک سادہ، دُنیا سے بے تعلق، علم میں ڈوبی ہوئی زندگی بسر کرتے تھے، اس کے برخلاف علی طنطاوی کے مضمون سے جس کا مآخذ بلگرامی کے ایک ہم عصر کے بیانات ہیں جنھیں شیخ عبدالرزاق بیطار نے اپنی غیر مطبوعہ تاریخ میں قلمبند کیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ بلگرامی کو دُنیا سے دل چسپی تھی، نمود و نمائش سے بھی، وہ شاندار لباس پہنتے تھے۔ ہمعصر اکابر و امیان سے ان کے روابط تھے اور وہ علمی شہرت و وجاہت کو حکومت و امارت حاصل کرنے کا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے، اس رائے کی توثیق کے لیے تعارفی نوٹ اور علی طنطاوی کے مضمون کے اہم حصے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

تعارفی نوٹ[1]:

"..... بلگرامی نے تحصیلِ علم کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا اور تقریباً تین سو استادوں سے استفادہ کیا جن کے نام انھوں نے اپنی فہرستِ تالیفات میں درج کیے ہیں۔ پھر وہ یمن آئے اور بہت دن تک زبید میں بود و باش رکھی حتیٰ کہ لوگ زبید کو ان کا وطن قرار دینے لگے اور وہ زبیدی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ انھیں چاروں اماموں کے شیوخ نے فضیلت کے سارٹیفکیٹ (اجازہ) دیئے اور دور دور کے علماء نے بھی، انھوں نے کئی بار حج کیا، مکے میں انھوں نے وہاں کے بڑے عالم شیخ عبداللہ

---

[1] تاج العروس ۱۰/ ۴۶۹-۴۷۱۔

سندھی اور سید عبدالرحمن عیدروسی سے استفادہ کیا، آخر الذکر سے مختصر سعد پڑھی اور مستقل طور پر ان کی صحبت میں رہنے لگے، انھوں نے ہی ان کے دل میں مصر جاکر قسمت آزمائی کا داعیہ پیدا کیا، وہ ۱۱۶۷ھ میں (جب ان کی عمر بائیس سال تھی) مصر آگئے، خانہ صاغہ میں قیام کیا اور ہمعصر علماء، محدثوں اور فقیہوں کے درسی حلقوں میں شرکت کی، انھوں نے ڈیلٹائے نیل کے ان شہروں کا بھی دورہ کیا جہاں حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی، انھوں نے اسیوط اور صعید (بالائی مصر) کے علمی حلقوں میں بھی شرکت کی اور مقامی عالموں سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے بعد انھوں نے شادی کرلی اور عطفۃ الغسال نامی محلے میں سکونت اختیار کی اور وہ کتاب (تاج العروس) لکھنا شروع کی جس نے انھیں سرخروئی عطا کی اور علم لغت میں ان کی مہارت و حذاقت کا شہرہ دور دور تک قائم کردیا (قاموس کی یہ شرح) انھوں نے چودہ سال اور دو ماہ میں دس ضخیم جلدوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچائی اور تکمیل کی خوشی میں ایک بڑی دعوت کی جس میں ہمعصر علماء، اکابر اور ممتاز لوگوں کو مدعو کیا اور ان کے سامنے تاج العروس کی امتیازی خوبیاں بیان کیں، دعوت میں شریک علماء اور اکابر نے ان کے علم و فضل اور وسیع لغوی معلومات کو سراہا اور کتاب پر نثر و نظم دونوں میں تقریظیں لکھیں۔

بہت جلد "تاج العروس" کے ہر طرف چرچے ہونے لگے، عثمانی خلیفہ نے ان سے شرح کے ایک نسخے کی فرمائش کی، سلطان دارفور اور شمالی افریقہ (تیونس، الجیریا، اور مراکش) کے حاکم نے بھی اس کے نسخے طلب کیے۔ اور (غاصب مصر) امیر الامراء محمد بک نے جس کا لقب ابوالذہب تھا اس کا ایک نسخہ حاصل کیا، اس مسجد کے کتب خانے میں اسے جگہ دی جسے ازہر کے قریب اس نے بنوایا تھا اور قدردانی کے طور پر بلگرامی کو ہزار ریال کا عطیہ پیش کیا۔

"تاج العروس" کے علاوہ بھی بلگرامی کی بہت سی تالیفات (مضامین، کتابچے اور کتابیں)

ہیں جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے اور جن کا انھوں نے اپنی فہرست تالیفات میں ذکر کیا ہے ان میں سے دو اہم کتابیں احیاء العلوم غزالیؒ کی شرح اور قاموس کا تکملہ ہیں۔

۱۱۸۹ھ کے اوائل میں (جب ان کی عمر چالیس سال تھی) بلگرامی (امرار و رؤساء کے محلے) سُوَیقۃ اللالاء منتقل ہو گئے۔ اور اس محلہ کے اعیان و اکابر کی نظر میں اونچا مقام حاصل کر لیا، وہ بلگرامی سے ربط وضبط رکھنے اور ان کے مصاحب بننے کے خواہشمند ہو گئے، اسکی وجہ یہ تھی کہ ان کا ڈیل ڈول اور صورت اچھی تھی، بات چیت کے انداز، مزاج اور اخلاق میں کشش تھی، وہ مسکراتے ہوئے لوگوں سے ملا کرتے تھے، ان کے طور طریق پر خودداری اور وقار کی مہر لگی ہوئی تھی، اہلِ مکہ کی طرح عمامہ باندھتے تھے، ذرا ترچھا سفید کپڑے کا جس کا سرا پیچھے لٹکا ہوتا اور اس میں بقدر دو انگل ریشم کا پھندنا لگا ہوتا تھا۔ بلگرامی میانہ قد آدمی تھے، جسم چھریرا، رنگ سونے کی طرح دمکتا ہوا، اعضا متناسب، داڑھی درمیانہ جس کے اکثر بال سفید تھے، لباس بڑھیا پہنتے تھے، انھیں ادبی و علمی لطیفے یاد تھے، برجستہ جواب دیتے اور برمحل گفتگو کرتے تھے، عقل رسا پائی تھی، معلومات کا دائرہ وسیع تھا، ترکی اور فارسی زبان سے واقف تھے، اکابر و رؤسا کے اس محلے کے لوگ ان سے مانوس ہو گئے اور ان کی قدر و منزلت کرنے لگے۔ بلگرامی ان کے سامنے وعظ کہتے تھے اور ان کی سیرت و کردار سنوارنے والی باتیں کرتے تھے اور انھیں اوراد و احزاب (مخصوص قرآنی آیات) کی تلقین کرتے تھے، اس طرح بلگرامی بہت مشہور ہو گئے اور دور دور ان کا چرچا ہونے لگا۔ لوگ ہر سمت اور ہر ملک سے ان کے پاس آنے لگے، اب انھوں نے سلف کے طریقے پر حدیثیں بیان کرنا اور املا کرانا شروع کرایا، وہ اپنے حافظے سے رُواۃ کے نام اور مختلف اسناد سے حدیثیں بیان کرتے تھے ... حدیث کے درس کے زمانے میں ازہر کے کچھ عالم ان سے ملے اور حدیث میں فضیلت کا سرٹیفکیٹ (اجازہ) مانگا، انھوں نے کہا سرٹیفکیٹ اس وقت دوں گا جب آپ لوگ اوائل کتب حدیث میری نگرانی میں پڑھ لیں گے، اس کے لیے طے ہوا کہ ہر پیر

اور جمعرات کے دن شیخوں کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا کرے، بلگرامی نے وہاں صحیح بخاری سے ابتدا کی، اس درس میں از ہر کے دوسرے علماء بھی شریک ہونے لگے، صحیح بخاری کی چند حدیثوں کے درس کے بعد وہ فضائل اعمال سے متعلق حافظے سے کچھ حدیثیں اور ان کی اسناد بیان کرتے پھر علماء کو کچھ اچھے شعر بھی سناتے، حاضرین ان کی لیاقت، خوش بیانی اور علمی نظر پر سر دھنتے، ان کی شہرت، وجاہت اور قدر و منزلت میں برابر اضافہ ہوتا گیا، اس محلے کے اعیان و اکابر کے علاوہ دوسرے محلوں کے عوام اور بڑے لوگ بھی ان کے درس میں شریک ہونے لگے، بہت سے ممتاز اور با اثر لوگوں نے انھیں اپنی کوٹھیوں اور محلوں میں بلانا شروع کر دیا اور ان کے اعزاز میں بڑی بڑی دعوتیں کرنے لگے، وہ اپنے خاص طلبہ، قاری، مستملی اور کاتب کے ساتھ دعوتوں میں جاتے اور بخاری وغیرہ کی کچھ حدیثیں تلاوت کرتے، مجمع میں مہمان، میزبان، ان کے دوست واحباب، اقربا اور بچے حتیٰ کہ بیویاں اور لڑکیاں تک پردے کے پیچھے سے بلگرامی کے افادات ذوق و شوق سے سنتے، عنبر اور اگر بتیوں کی خوشبو ہر طرف فضا کو مہکاتی، حدیثوں کی تلاوت کے بعد مصر میں مروجہ دستور کے مطابق رسول اللہ پر درود بھیجنے کی تقریب ہوتی، بلگرامی کا کاتب حاضرین کے نام ایک رجسٹر میں نوٹ کرتا، بچوں عورتوں اور لڑکیوں تک کے نام، دن اور تاریخ بھی، اس کے بعد بلگرامی "صح ذلک" لکھ کر تحریر کی توثیق کر دیتے۔

۱۱۹۴ھ میں (جب بلگرامی انچاس سال کے تھے) عثمانی خلیفہ نے انھیں استنبول آنے کی دعوت دی، جسے انھوں نے قبول کر لیا، لیکن گئے نہیں۔ بیرونی ملکوں میں ان کا نام روشن ہو گیا ترکی، حجاز، ہند، یمن، شام، بصرہ، عراق، شمالی افریقہ، سوڈان، جزائر اور دوسرے دور افتادہ ملکوں کے سلاطین کے دعوت نامے ان کے پاس آنے لگے اور ہر سمت سے علماء اور اکابر کے وفدان سے علمی فضیلت کے سرٹیفکیٹ مانگنے لگے، قسطنطنیہ کے خلیفہ امیر المومنین سلطان عبدالحمید اول تک نے ان سے اسی طرح کا سرٹیفکیٹ طلب کیا تو انھوں نے

یث کی چند کتابیں اور مطلوبہ سرٹیفکیٹ اسے بھیج دیا۔ انھوں نے صدر وزارت مصر
ین باشا راغب کو بھی سرٹیفکیٹ عطا کیا، اسی طرح غزہ، دمشق، حلب، آذربیجان
و اناطولیا اور دوسرے ملکوں کے علماء کی درخواستوں کو بھی شرف قبول بخشا، ہر طرف سے
دان کے پاس آتے، حدیثیں اور ان کی تفسیر و تشریح سنتے اور اپنے اپنے علاقوں کے طلباء
، لیے سرٹیفکیٹ لے کر چلے جاتے۔

جب بلگرامی کی شہرت بام کمال کو پہنچ گئی اور خاص و عام میں ایسی عزت اور وجاہت
س کر لی جس سے زیادہ ممکن نہ تھا تو وہ پبلک زندگی سے کنارہ کش ہو کر خانہ نشین ہو گئے اور
پنے دوست احباب اور قدر دانوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا گھر کے دروازے ملاقاتیوں کے لیے
د کر دیئے، درس، وعظ، تلقین، اجازہ تعویذ اوراد وغیرہ سب سے منھ موڑ لیا، اس حال میں
ندگی گذار رہے تھے کہ انھیں طاعون نے آپکڑا، وہ اپنے مکان کے سامنے والی مسجد کردی
یں جمعہ کی نماز ادا کر کے گھر آئے تو طاعون میں مبتلا تھے، رات میں ان کی زبان بولنے سے
ھی قاصر ہو گئی، اور اگلے دن شعبان ۱۲۰۵ھ کو (مصر میں نیپولین کی آمد اور نئے انقلاب
نگیز تمدن کے داخلے سے چند سال پہلے) ان کا انتقال ہو گیا، ان کے نہ کوئی لڑکا تھا نہ لڑکی
سی شاعر نے ان کا مرثیہ نہیں کہا اور طاعون کی تباہ کاری کے باعث ازہر کے علماء کو بھی
ن کی موت کی خبر نہ ہو سکی، (قاہرہ سے باہر) سیدہ رقیہ کے مزار کے پاس انھیں اس قبر
یں دفن کیا گیا جسے اپنی زندگی میں انھوں نے اپنی بیوی کی قبر کے برابر) بنوا لیا تھا۔"

علی طنطاوی لکھتے ہیں:

"..... مصر میں بلگرامی کا ستارہ چمکا، نام روشن ہوا اور انھوں نے وہ اعلیٰ مرتبہ پایا
س کا میں نے ابھی ذکر کیا، اول اول ان کا رابطہ امیر اسماعیل کتخدا سے قائم ہوا، خدا نے
لگرامی کی محبت اور قدر و منزلت اس کے دل میں ڈال دی اور اس نے بلگرامی کو اچھا سا

ے رجال من التاریخ دمشق ص ۲۶۴-۲۷۰۔

عہدہ دیا، یہ دیکھ کر کہ اسماعیل نے بلگرامی کو عہدہ دیا ہے اور ان کے قدر دان ہیں۔ لوگ بلگرامی کی طرف ٹوٹ پڑے ان کے درس میں شرکت کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے اور بلگرامی خوش حال ہوگئے اور شاندار لباس پہننے لگے اور سواری کے لیے خوبصورت قیمتی گھوڑے خرید لیے۔ ان کا جسم چھریرا تھا، قد درمیانہ، چہرہ گلابی، اعضا رسڈول، وہ حجازی لباس پہنتے تھے جو علمائے ازہر کے لباس سے مختلف تھا، ان کا عمامہ حجازی طرز کا تھا جسے مزرکش ٹوپی کے گرد باندھتے تھے اور اُس کا سرا پیٹھ پر لٹکا لیتے تھے، لوگ علمائے ازہر سے مختلف اور زیادہ رُعب دار لباس سے بھی ان کی طرف مائل ہونے لگے۔ (دولت و وجاہت حاصل کرکے) وہ سُویقۃ اللالآء منتقل ہوگئے۔ یہ اس زمانے میں بڑے لوگوں کی رہائش کا علاقہ تھا، یہاں آکر انھوں نے اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے، دعوتیں کرتے، اور جو لوگ انھیں تحفے دیتے انھیں خود بھی تحفے دیتے۔ وہ درس کے لیے ایک مسجد سے دوسری مسجد اور ایک محلے سے دوسرے محلے میں گشت کیا کرتے، تین بار انھوں نے بالائی مصر (صعید) کا دورہ کیا، وہ جہاں کہیں جاتے لوگ انھیں گھیر لیتے اور علم کے طالب نیز علمار کے ان کے پاس ٹھٹ لگ جاتے، امرار، کبرار اور حکمراں طبقے کے اعیان میں ان کی دعوتیں اور اعزاز و اکرام کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی دوڑ سی رہتی تھی، انھوں نے ڈیلٹائے نیل کے شہروں کا بھی بار بار دورہ کیا، جیسے دِمیاط، رشید اور منصورہ۔

انھیں شاندار خلعت اور عہدہ بخش دیے گئے۔

پھر انھوں نے شادی کرلی اور بیوی سے انھیں ایسی محبت ہوئی جیسی قیس کو لیلیٰ اور عباس کو فوزہ سے بھی نہیں ہوئی ہوگی، اس کے ساتھ بلگرامی ایسی پُرسکون زندگی گذارتے تھے جیسی جنّت ہی میں میسّر ہوسکتی ہے۔

شادی کے بعد انھوں نے قاموس کی شرح لکھنا شروع کی، جب اس کا ایک جز مرتب کرلیتے تو اسے اسلامی ملکوں کے علمار کے پاس بھیجتے، اس طرح وہ شرح پوری کرنے سے پہلے ہی مشہور ہوگئے اور جب شرح (تاج العروس) مکمل ہوئی تو انھوں نے شاندار

دعوت کی جس میں علماء اور بڑے لوگوں کو مدعو کیا تھا، یہ بہت بڑی تقریب تھی جس کے مدتوں چرچے ہوتے رہے۔

جب (غاصبِ مصر کے داماد، معتمد اور سالارِ اعلیٰ) محمد بک ابوذہب نے مشہور مسجد ازہر کے قریب بنوائی تو اس میں ایک کتب خانہ بھی قائم کیا جس کے لیے وہ نادر کتابیں گراں قیمت پر خریدا کرتا تھا، اس نے تاج العروس کے پہلے نسخے کے لیے بلگرامی کو پچاس ہزار روپے (ایک لاکھ درہم) کا عطیہ دیا۔ وسیع دنیوی اعزاز اور مال و دولت بلگرامی کو علم کے جادے سے نہیں ہٹا سکے وہ تصنیف و تالیف میں لگے رہے، طلبار کو پڑھاتے رہے اور ان علوم کو تازہ کرتے رہے جو بھلائے جا رہے تھے، جیسے علم نسب، اسانید اور تخریج احادیث۔

دینوی علوم اور اعزاز اور علوم سے وابستگی کے ساتھ بلگرامی وعظ، جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے، اور اوراد و احزاب سے بھی دل چسپی لیتے تھے اور لوگوں کو باور کراتے تھے کہ وہ مہدی ہیں، انھوں نے غیر معمولی دنیوی اعزاز اور وسیع شہرت جو حاصل کی وہ اس طرح کی علمی دلچسپیوں، ہیئت و لباس کی غرابت، فارسی، ترکی اور کرجی زبانوں سے واقفیت، سلاطین واکابر کی صحبت کے آداب اور عوام کا دل موہنے کے گروں میں مہارت کی مرہون تھی، جب کوئی انھیں اپنے گھر بلاتا تو بڑے پیمانے پر شاندار دعوت کرتا اور اپنے دوست احباب اور رکنبے والوں کو بھی مدعو کرتا، بلگرامی اپنے خاص طلبہ، قاری مستملی (ڈکٹیشن لینے والے) اور منشی کے ساتھ آتے اور ایک اونچی کرسی پر بیٹھ جاتے، پھر ان کا قاری چند قرآنی آیتیں تلاوت کرتا، مستملی پڑھتا، اس کے بعد شیخ (بلگرامی) چند حدیثیں املا کرتے، جیسے بخاری یا دارمی کی ثلاثیات، اس اثنار میں میزبان، اس کے دوست احباب اور رشتے دار حتیٰ کہ پردے کے پیچھے عورتیں اور لڑکیاں یہ ساری ڈراماتی کارروائی دیکھتے اور سنتے اور اس دوران حاضرین کے پاس عنبر اور عطر وغیرہ لائے جاتے اور عرقِ گلاب چھڑکا جاتا، پھر یہ

درس رسول اللہ پر مروجہ طریقے پر درود بھیج کر ختم کر دیا جاتا، اس کے بعد حاضرین کے نام لکھے جاتے، عورتوں اور بچوں تک کے اور اس کے نیچے شیخ لفظ صحیح لکھ دیتے۔ لوگ اس طرح کے مذہبی ڈرامے آئے دن دیکھا کرتے اور شیخ کی شہرت کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا۔

ازہر کے بعض اساتذہ نے بلگرامی سے حدیث میں اپنی فضیلت کا سرٹیفکیٹ مانگا تو انھوں نے کہا سرٹیفکیٹ اُس وقت دوں گا جب اوائل کتب حدیث آپ لوگ میری نگرانی میں پڑھ لیں گے، طے ہوا کہ اس کام کے لیے شیخوں کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا کرے، اجتماع میں اُس نواح کے لوگ اور طالب علم بھی شریک ہوتے تھے، کچھ دن بعد شرکائے درس نے بلگرامی سے درخواست کی کہ احادیث کی تشریح و تفسیر بھی کیا کریں تو وہ روایت سے درایت کی طرف منتقل ہو گئے۔ یہ درس بھی بہت دن تک جاری رہا، شیخ کی تشریح حدیث میں فقہ، ادب اور تاریخ کی بھی چاشنی ہوتی تھی جس کا مشائخ ازہر کے درس میں فقدان تھا۔

مصر کے کچھ بڑے امیروں سے بلگرامی کے دوستانہ تعلقات استوار ہو گئے۔ جیسے مصطفیٰ بک اسکندرانی اور ایوب بک دفتر دار، یہ لوگ ان کے گھر آتے تھے اور بڑے بڑے عطیے لاتے تھے، بلگرامی حسین، کنیزیں خرید کر ان مہمانوں کو دیتے اور عمدہ کھانے پکوا کر انھیں کھلاتے، باہر سے جو مہمان آتے ان کی بھی خوب آؤ بھگت کی جاتی۔

بلگرامی کی شہرت ترکی تک پہنچ گئی۔ انھیں عثمانی پایۂ تخت استنبول . . . . آنے کی دعوت دی گئی لیکن وہ گئے نہیں انھیں خلیفہ کی طرف سے بڑے بڑے عطیات اور تحفے بھیجے گئے۔ ترکی، حجاز، یمن، ہند، شام، عراق، شمالی افریقہ، سوڈان اور جزائر بحر متوسط کے حاکموں، امرا اور رؤسا اور سالاروں نے ان سے خط و کتابت کی اور ان ملکوں سے بکثرت وفد ان کے پاس آتے عجیب و غریب تحفے لے کر . . . . .

شمالی افریقہ، تونس، الجیریا اور مراکش) میں ان کی شہرت و احترام کا یہ حال تھا کہ جو بڑے لوگ وہاں سے حج کرنے جاتے اور شیخ سے نہ ملتے تو ان کا حج ادھورا سمجھا جاتا تھا۔

اُس دیار کا کوئی بڑا آدمی ان سے ملتا تو اس کا نام حسب نسب، شہر اور پڑوسیوں کے نام نوٹ کر لیتے، پھر ان کا بر کا کوئی دوست یا رشتے دار ان سے ملنے آتا (حج سے قبل یا بعد) تو وہ کہتے: تمھارا فلاں پڑوسی زندہ ہے؟ تمھارے فلاں دوست کو تجارت میں نفع ہوا؟ تمھارے چچا زاد بھائی کا مکان تعمیر ہو گیا؟ وہ بڑا آدمی یہ سن کر پیکرِ ادب بن کر کھڑا ہو جاتا، شیخ کے ہاتھ اور پیر چومتا، وہ سمجھتا کہ شیخ غیب داں ہیں۔

حج کے زمانے میں ان کے گھر آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، اور ہر نو وارد اپنے ساتھ شیخ کے لیے کوئی تحفہ یا نادر چیز ضرور لاتا، علما ان سے سوالات پوچھتے اور اگر وہ جواب دیتے، چاہے انگلی کے بقدر، تو علما سمجھتے کہ انھیں جنت کا پاسپورٹ مل گیا۔

شیخ کو بڑے لوگوں سے اپنا احترام کرانے کا گُر معلوم تھا جب حسن باشا (عثمانی خلیفہ کی طرف سے گورنر ہو کر) مصر آیا تو ہر بڑا آدمی اسے سلام کرنے گیا لیکن شیخ نہیں گئے، انھوں نے چند نمائندے بھیجے جنھوں نے حسن باشا کو (شیخ کی عظمت و تقدس سے روشناس کر کے) شیخ کی زیارت کرنے کا مشورہ دیا۔ حسن باشا ان کے گھر آیا، اس موقع پر شیخ نے ایک پوستینی جبہ (جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا) بطور خلعت، ایک تیز رفتار گھوڑا مع طلائی زین کے اور ایک عبا جس کی قیمت پانچ ہزار روپے (دہزار دینار) تھی حسن کو عطا کیا، یہ تحفے لے کر حسن باشا کے دل میں شیخ کی عظمت و احترام کے سوتے کھل گئے۔ ان کی کوئی سفارش وہ مسترد نہیں کرتا تھا۔ شیخ اگر اُسے کوئی کتاب یا خط بھیجتے تو وہ اسے پہلے ادب سے چومتا اور خط میں شیخ کی جو فرمائش ہوتی اسے پورا کر دیتا، ایک بار (شام کے غاصب و آمر) احمد بک جزّار کو انھوں نے خط میں لکھا کہ میں مہدی منتظر ہوں اور بہت بڑی حکومت قائم کروں گا، احمد بک جزّار نے شیخ کی بات باور کر لی اور دوسرے گنڈے تعویذوں کے ساتھ شیخ کے خط کا بھی تعویذ بنا کر گردن میں ڈال لیا اور گنڈے تعویذ کے جو ماہر اس کے پاس آیا کرتے انھیں شیخ کے خط کو تعویذ بنانے کا راز بتا دیتا اور

بڑا آدمی مصر سے آکر احمد جزار سے ملتا اس سے شیخ کے بارے میں پوچھتا اگر وہ کہتا کہ میں ان سے واقف ہوں، ان کی خدمت میں حاضری دے چکا ہوں اور ان کی تعریف کرتا تو احمد جزار اس کی آؤ بھگت کرتا اور اسے عمدہ عطیہ دیتا ورنہ اسے دھتکار دیتا چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہوتا۔

بلگرامی نے جب احیاء العلوم کی شرح لکھنا شروع کی تو اُس کے کچھ ابتدائی حصّے ترکی، شام اور شمالی افریقہ کے سلاطین کو بھیجے تاکہ اسے بھی وہ شہرت حاصل ہو جائے جو تاج العروس شرح قاموس کو ہوئی تھی۔

بلگرامی پر ایک حادثہ نازل ہوا جس نے ان کی زندگی کا رُخ بدل ڈالا اور انکی اجتماعی زندگی پر جو چہل پہل اور رونق کے باعث ضرب المثل بنی ہوئی تھی، عزلت اور تنہائی کا پردہ ڈال دیا۔ یہ حادثہ ان کی دل کی ملکہ چہیتی بیوی کی موت تھی، اس حادثے نے ان کے شعور و وجدان پر سخت چوٹ لگائی، وہ یہ حدیث بھی بھول گئے جس کی وہ خود بروایت و وکالت کیا کرتے تھے کہ "پکی قبریں اور اُن پر گنبد بنوانا مکروہ ہے"۔ انھوں نے بیوی کو اس قبر کے پاس دفن کیا جو قاہرہ کے مقبرہ سیدہ رُقیّہ کی طرف منسوب ہے اور بیوی کی قبر پر گنبد بنوایا اور اس سے ملحق (اپنے لیے) ایک کمرہ جس میں پردے اور قندیلیں آویزاں کرائیں اور ایک مدت تک دیوانہ وار قبر کے مجاور بنے رہے، قبر کے برابر ایک گھر بنوا کر انھوں نے اس میں اپنی والدہ کو بسایا، اور ایک بڑا فنڈ قائم کیا جس سے ان شعراء کو عطیات دیئے جاتے تھے جو بیوی کا مرثیہ یا ان کی تعریف میں قصیدے نظم کرتے۔ بلگرامی گھر میں بند ہو کر بیٹھ گئے، لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، وہ تحائف لینا بند کر دیئے جو ان کے پاس آتے رہتے تھے، ان میں وہ ہدیہ بھی تھا جو ایوب دفتر دار نے اور ایک دوسرا بیش قیمت جسے سلطان مغرب نے بھیجا تھا۔

بلگرامی نے بیوی کے ماتم میں بہت پھڑکا دینے والے شعر کہے، اگر کسی طالب علم کے

دل میں ایسے شعراء پر ریسرچ کرنے کا داعیہ پیدا ہو جنھوں نے اپنی بیویوں پر مرثیے لکھے ہیں تو میرا مشورہ ہے کہ وہ شارح قاموس کو فراموش نہ کرے۔ ان کے ایک مرثیے کے یہ چند شعر ہیں:

زبیدۃ شدت للرحیل مطیّھا غداۃ ثلاثاء فی غلائلھا الخضر

زبیدہ (بیوی) نے منگل کے دن کاہی لباس میں دنیا سے کوچ کیا

تمیس کما ماست عروس بدلّھا وتختال تیھا فی البرانس والأزر

وہ دلھن کی طرح اٹھلا کر اور برانس وغرارہوں میں اکڑ کر چلتی تھی

سأبکی علیھا ما حییت وإن أمت ستبکی عظامی والأضالع فی القبر

جیتے جی میں اس کا ماتم کرتا رہوں گا اور موت کے بعد میری ہڈیاں اور پسلیاں اس کا ماتم کریں گی

ولست بھا مستبقیا فیض عبرۃ ولا طالبا بالصبر عاقبۃ الصبر

میں اس کے سوگ میں سارے آنسو بہادوں گا اور صبر کرکے بھی کبھی سکون طلب نہیں کروں گا

۱۲۰۵ھ میں طاعون کی وبا آئی، جمعہ کی نماز پڑھ کر وہ گھر لوٹ رہے تھے کہ انھیں طاعون نے آپکڑا اور (اتنا تیز بخار چڑھا) کہ لوگ اٹھا کر انھیں گھر لے گئے۔ بلگرامی کے ہمعصر ایک مصنف نے جس سے شیخ عبدالرزاق بیطار نے اپنی غیر مطبوعہ تاریخ میں بلگرامی کے حالات نقل کیے ہیں، یہ تصریح کی ہے:

میں نے دیکھا کہ ان کی بیوی کے رشتے داروں نے ان کے صندوق اور پیٹیاں کھولیں اور وہ سارے گرانقدر تحائف نکال کرلے گئے، جو اکابر انھیں بھیجا کرتے تھے، ان میں نفیس کپڑے کے تھان، مختلف اقسام کی کشمیری شالیں، پوستینی جبے، عبائیں اور نادر سامان شامل تھا، میں نے قیمتی جیبی گھڑیوں کے ڈبوں کا ڈھیر دیکھا جن سے گھڑیاں کبھی نکالی تک نہیں گئی تھیں شیخ نے آنکھیں کھولیں اور یہ سین دیکھا تو اشارہ کیا گویا کہہ رہے ہوں یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔